نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

اللّٰہ

نُورُالسَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب	:	اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
مُصنفہ	:	نگہت ہاشمی
طبع اوّل	:	اپریل 2006ء
تعداد	:	2100
ناشر	:	النور انٹرنیشنل
فیصل آباد	:	103 سعید کالونی نمبر 1 ' کینال روڈ' فون: 1851 872 - 041
بہاولپور	:	7A' عزیز بھٹی روڈ' ماڈل ٹاؤن اے' فون: 2875199 - 062 2885199' فیکس : 2888245 - 062
ملتان:		888/G/1 بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی بوسن روڈ گلگشت فون: 6383 451 - 061
ای میل	:	alnoorint@hotmail.com
ویب سائٹ	:	www.alnoorpk.com
مطبع	:	عبدالرافع پرنٹرز اینڈ پبلیشرز
قیمت	:	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ [النور:35]

”اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے [کائنات میں] اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو چاہے آگ اس کو نہ لگے۔ [اِس طرح] روشنی

پر روشنی [بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں]۔ اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے، وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے، وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے"۔

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے"۔

یہ بہت ہی خوبصورت آیت ہے۔ جب سے یہ آسمان سے زمین پر آئی تب سے مسلسل روشنی بکھیر رہی ہے۔ اس کا اثر انسان کے اعضاء، اس کی سوچ، اس کے دل اور جس کائنات میں وہ رہتا ہے ہر چیز پر پڑ رہا ہے۔ یہ کیسا نور ہے؟ یہ کیسی روشنی ہے؟ جس سے دل دھڑکتے ہیں، جس کی وجہ سے روح پھڑ پھڑاتی ہے۔ اس آیت میں اس کائنات کی سب سے بڑی سچائی اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں جس انداز سے اپنی ذات کا تعارف کروایا ہمارے لیے آسانی پیدا کر دی ہے۔ اس ذات کو سمجھنا ہمارے لیے اس وجہ سے مشکل ہے کہ حواس اس کا اِدراک نہیں کر سکتے، نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے، نہ کان براہِ راست [directly] اس کو سن سکتے ہیں، نہ اپنے اس وجود سے ہم اسے محسوس کر سکتے ہیں، یہ معاملہ تو دل کا ہے، یہ معاملہ تو انسان کے باطن، اس کی روح کا ہے، وہ روح جو اپنے رب کے حکم سے آتی ہے اور اس کے حکم سے اسی کی طرف لوٹ جاتی ہے، وہ روح جو اپنے رب کی ذات کو محسوس کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ۔۔۔۔۔ اس کائنات کی پہلی اور آخری سچائی۔ کچھ عرصہ پہلے جب مادے کو توڑنے کی کوشش کی گئی تھی تو اس کے آخری یونٹ ایٹم کی توڑ پھوڑ کے بعد نتیجہ کیا نکلا؟ وہ ایٹم ناقابل کنٹرول نوری شعاعوں میں بدل گیا۔ اور یہ شعاعیں کیا تھیں؟ (نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ) نور ہی

نور، ان شعاعوں کا جو بنیادی یونٹ[basic unit] نکلا جس کی وجہ سے وہ وجود میں آیا وہ نور ہے، تو جس چیز سے ساری مادی دنیا بنی ہے اس کی بنیاد میں بھی نور ہے۔ اور یہاں اس آیت سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ [اَللّٰـهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ] وہ اللہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ ایٹم کے ٹوٹنے سے پتہ چلا کہ اس کی بنیاد نور ہے، یہ بات انسانوں کو آج پتہ چلی لیکن صدیوں پہلے سے وہ جانتا ہے کہ اگر انسانی دل کو نجاستوں سے اور دنیا کی محبتوں سے پاک کر لیا جائے تو یہ نور انسان کے اندر داخل ہو سکتا ہے۔

لیکن انسان کی محبتیں اس مادی دنیا سے اتنی زیادہ بڑھ جاتی ہیں کہ جب کبھی انسان کسی ایک کثافت یا دنیا کی محبت سے پاک ہوتا ہے تو اس کا دل متاثر ہوتا ہے۔۔۔۔۔ دل ٹوٹتا ہے، یہ دل جب ٹوٹ کر اپنی انتہا کو پہنچ جائے تو اس کی بھی وہی کہانی ہے، اس کی بھی بنیاد وہی نور، وہی روشنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے خصوصی طور پر تخلیق کیا ہے۔ وہ اللہ ہے ۔۔۔۔ اس کائنات کی بنیاد، اس کائنات کو پیدا کرنے والا، جب کچھ نہیں تھا تو اللہ تھا، جب کچھ نہیں ہوگا تو اللہ ہوگا۔

انسان جب سے اس دنیا میں آیا کھوج میں اور تجسس میں ہے، انسان کو ہر دم تلاش ہے لیکن اپنی تلاش کے نتیجے میں کبھی وہ کوئی چیز ایجاد کر لیتا ہے اور کبھی کوئی۔ جو نہیں ایجاد کر پاتے وہ بھی کسی نہ کسی کھوج میں ہیں، لیکن اندر سے انسان فقط اپنے رب کی کھوج میں ہے۔ یہ دنیا کی کثافت ہے جس کی وجہ سے ایک انسان کو اس کا رب نہیں ملتا۔ کبھی اس کو مال مل جاتا ہے تو وہ سمجھتا ہے شاید مجھے اسی کی تلاش تھی۔ کبھی اسے رشتوں کی محبت مل جاتی ہے تو سمجھتا ہے کہ شاید میں اسی کی تلاش میں تھا۔ کبھی انسان کو دنیا میں اپنی خواہش اور ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں تو اسے لگتا ہے کہ شاید یہی میرا مطلوب تھا لیکن سب کچھ

وقتی[temporary]ہوتاہے،خوشیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔انسان کے احساسات،اس کے جذبے متاثر ہوتے ہیں،خوشی کے کچھ دیر بعد کی تلخی، پریشانی[tension]انسان کو بتاتی ہے کہ نہیں اسے اس چیز کی تلاش نہیں تھی۔وہ تو کسی اور کی تلاش میں ہے۔انسان کس کی تلاش میں ہے۔۔۔۔؟جس سے اس کے وجود کی تعمیر ہوئی،جس نے اپنے ہاتھوں سے اس کے وجود کو بنایا۔آپ انسان کو دیکھیں، ہردم اس کی سوچ کہیں نہ کہیں لگی ہوئی ہے،اس کی نظریں کسی نہ کسی چیز پہ اٹکی ہوئی ہیں،اس کا دل کہیں نہ کہیں اٹکا ہواہے،اس کے کان کہیں نہ کہیں لگے ہوئے ہیں،اور انسان دھوکہ کھا جاتا ہے کہ شاید دنیا میں سے مجھے یہی چاہیے تھا۔اس کی عقل دھوکہ کھاتی ہے تو اللہ تعالیٰ وحی کا نور بھیجتا ہے۔

وحی کی روشنی سے اسے اللہ تعالی نے بتایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے''۔

یہ وہ روشنی ہے جس کی تم تلاش میں ہو لیکن اس روشنی کو پانے کیلیۓ انسان کو جب بہت کچھ کھونا پڑتا ہے تو اس کا دل ٹوٹتا ہے۔اور ٹوٹا ہوا دل رب کو بہت پسند آتا ہے،اس لیے کہ ٹوٹے ہوئے دل سے رب کا نور،رب کی روشنی پھوٹتی ہے۔وہ تعلق انسان پاسکتا ہے۔اقبالؒ نے کہا ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

یہاں بھی آئینے جیسے دل کی بات ہے،آئینے کے اندر رب کی روشنی کیسے آتی ہے؟ دل چمکتا ہوا آئینہ کیسے بنتا ہے؟اس آیت میں بھی اسی کے بارے میں بات چیت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰـهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِهٖ كَمِشۡكٰوةٍ فِيۡهَا مِصۡبَاحٌ

"اللہ آسمان اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو"۔

طاق کیا ہے؟ بندہ مومن، ایمان والا انسان، ایمان والا مومن۔ اور چراغ کیا ہے؟ ایمان، یقین۔ تو طاق میں رکھا ہوا چراغ جیسے بندہ مومن کے اندر ایمان ہو۔

اَلۡمِصۡبَاحُ فِىۡ زُجَاجَةٍ   "چراغ ایک فانوس میں ہو"۔

فانوس کیا ہے؟ بندہ مومن کا دل۔ یہ ایمان دل کے اندر رکھا ہوا۔

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّىٌّ

فانوس کا حال یہ ہو جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا"۔

ایمان آتا ہے تو دل چمک اٹھتا ہے۔ کتنا؟۔۔۔۔۔۔ جتنا جتنا یقین آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال دی ہے جیسے طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو یعنی بندہ مومن کے اندر ایمان ہو۔ اور یہ ایمان کیسا ہے؟ جس میں ایک قوت ہے۔ جس کے اندر جگہ [capacity] ہے۔ اس میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ دنیا کے چراغ گڑے ہوئے [fixed] ہوتے ہیں جیسے بجلی کا بلب ہے، اس کی وولٹیج [voltage] مقرر ہوتی ہے، اس کے وولٹس [volts] مقرر ہوتے ہیں۔ مثلاً [100volts,60volts,40volts]۔ لیکن بندہ مومن کے

اندر جو ایمان ہے وہ [fixed] نہیں ہے۔ جتنی جی چاہے استعداد بڑھالیں، اس کی [capacity] بڑھتی چلی جائے گی۔ کوئی حد نہیں ہے، بے حدوحساب ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ انسان کر ہی نہیں سکتا۔ اس کی ذات وسعت رکھنے والی ہے، اس کا نور بے پناہ وسعتیں رکھنے والا ہے۔ قلب کے اندر اللہ تعالیٰ نے اتنی گنجائش رکھی ہے کہ جتنا بھی ایمان کوئی رکھنا چاہے، جتنا بھی کوئی قبول کرنا چاہے، جتنا تعلق رکھنا چاہے، اس کے اندر اتنی جگہ [capacity] بڑھتی چلی جاتی ہے۔

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ

''چراغ ایک فانوس میں ہو، جس فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا''۔

دل کے اندر ایمان آتا ہے تو دل کی کیفیت کیسی ہوتی ہے؟ فانوس وہ ہوتا ہے جو شیشے کا بنا ہوا ہو، شیشے کے اندر سے ساری روشنیاں آر پار ہوتی ہیں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ایمان دل کے اندر آئے اور دل کے اندر رہ جائے۔ یہ ایمان آئے گا تو روشنی باہر نکلے گی۔ اس کی روشنی کتنی نکلے گی؟ جتنی قوت [power] کا ایمان آئے گا۔ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا۔

یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ

''وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی ہو''۔

ایک چیز ہے شیشے کی استعداد، دل جو شیشے کی طرح صاف شفاف [crystal clear] ہے۔ جس سے روشنی آر پار ہورہی ہے اور دوسری چیز ہے تیل۔ وہ چراغ، وہ ایمان جو زیتون کے مبارک درخت سے روشن کیا جاتا ہو۔ زیتون کے مبارک درخت کی مثال کس لیے دی گئی؟ قرآن مجید کیلئے۔ کہ یہ جو ایمان ہے اس کا تیل [fuel] قرآن ہے۔ قرآن مجید سے یہ ایمان روشن ہوتا ہے۔ قرآن سے یہ ایمان ملتا ہے۔

لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ "جو نہ شرقی ہو نہ غربی"۔

یعنی کسی خاص سمت کے ساتھ اس کا تعلق نہیں بلکہ ہر طرف ہی، ہر سمت ہی اس کا تیل پہنچتا ہے۔

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ

"جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو۔ چاہے آگ اس کو نہ لگے"۔

اس کا تیل ایسا ہے، اس کی استعداد اتنی قوی ہے کہ بس قرآن کے ساتھ اس کا تعلق جڑنے کی دیر ہے، یعنی قرآن میں اتنی قوت ہے۔ ایک انسان کے اندر جب قرآن کا نور اور علم آتا ہے تو ایسے لگتا ہے کہ ابھی بھڑک اٹھے گا، ابھی یہ چراغ خود سے خود آگ پکڑ لے گا اگرچہ اردگرد کا ماحول مخالف بھی ہو لیکن جب دل کے اندر ایمان ہوتا ہے، وہ آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہے۔ شرط کیا ہے؟ تیل کی شرط ہے۔ تیل ملتا رہے، مسلسل قرآن سے علم ملتا رہے، قرآن کی روشنی سے فیض ملتا رہے۔ یہاں ایک خاص بات ہے

شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ

''زیتون کے مبارک درخت کا تیل''۔

مبارک درخت ہے۔۔۔۔۔جس کے اوپر ایک ایسا پھل لگتا ہے جس سے تیل نکلتا ہے اور یہ تیل کیا ہے؟ یہ تیل قرآن کا فہم ہے، قرآن کی سمجھ[understanding] ہے۔لہٰذا اس قرآن کے فہم سے جتنا کسی نے حصہ پایا اتنا ہی زیادہ اس کے ایمان میں اضافہ ہوگا۔اتنی ہی زیادہ ایمان کی استعداد، اس کی قوت کار بڑھے گی۔یعنی وہ اتنا ہی مضبوط[strengthened] ہوگا۔اس کی [capacity] اتنی ہی بڑھتی چلی جائے گی۔

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ

''جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو۔چاہے آگ اس کو نہ لگے''۔

اس سے چراغ کی روشنی کا زیادہ سے زیادہ تیز ہونے کا تصور دلانا مطلوب ہے یعنی یہ ایسا لطیف ہے، ایسا سخت اشتعال پذیر ہے جیسے پٹرول ہوتا ہے کہ بس ہلکی سی آگ اس کے قریب جانے کی دیر ہے اگلا کام خود ہی ہو جائے گا، خود ہی اس نے بڑھ کے آگ کو پکڑ لینا ہے۔تو بندہ مومن کا دل ایسا ہو جاتا ہے کہ اللہ کا کلام اور وحی کی روشنی جہاں کہیں بھی ہو تو ایمان آگے بڑھ کر اس کو لے لیتا ہے۔اس کا یقین ایسا ہے کہ پھر اس کی استعداد اتنی بڑھتی ہے کہ ہر جگہ سے، کہیں سے بھی اسے ملے، بڑھ کر اس کو لے لیتا ہے۔

اس میں دو چیزیں خاص ہیں:

ایک تو یہ کہ نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔

دوسری تیل کا آگ لگے بغیر آپ ہی آپ بھڑک پڑنا۔

یہ قوت کار یعنی اس کی استعداد کی تمثیل ہے کہ اس کی استعداد کتنی زیادہ ہے، جیسے گاڑی کی ہیڈ لائیٹس [head lights] دیکھیں وہ سامنے پڑیں گی۔ جیسے ایک روشن بلب ہے تو اس کا ایک رخ ہے، چھت کی طرف اس کی روشنی نہیں ہے۔ باہر کی طرف کچھ نہیں جا رہا۔ ایک سمت میں روشنی آ رہی ہے اور باقی سمت میں نہیں۔ لیکن ایمان ایسا نور ہے، ایسی روشنی ہے جو چاروں اطراف کو روشن کرتی ہے، کسی ایک سمت سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا تیل آپ ہی آپ بھڑ کا پڑتا ہو، اس طرح روشنی پر روشنی بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں یعنی پہلے تو خود روشن ہے، پھر تیل مل گیا تو روشنی اور قوت کے بڑھنے سے بات کہاں تک پہنچی؟ آگ نہ بھی لگے تب بھی روشنی پر روشنی بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے۔ اسباب کیا ہیں؟ اس کا اندازہ ہم لگاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نور کو، روشنی کو اور ایمان کو تو ہم میں سے ہر ایک پانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال دی ہے کہ بندۂ مومن کے اندر ایمان [یعنی دل کے اندر ایمان]۔۔۔۔ تو سب سے پہلا سبب کیا پتہ چلا؟ ایمان یعنی جس بات پر پہلے یقین کر لیا، جب ہدایت آئی اسے مان لیا، اور پھر اس ایمان کا حال کیا ہے؟ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا۔ کثافتیں دور ہو گئیں اور دل روشن ہو گیا۔

کثافت کیسے دور ہوتی ہیں؟ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کی برائیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کُتا۔ جب وہ بھونکتا ہے تو وہاں سے فرشتے چلے جاتے ہیں، یعنی نور چلا جاتا ہے۔ جس دل کے اندر برائیاں برقرار ہیں، جس دل کے اندر دنیا کی محبت برقرار ہے وہ کثیف دل ہے، دل کا شیشہ دھندلا ہے۔ روشنی بڑھنے کے اسباب میں سے ایک سبب کے اندر نقص [fault] آ گیا۔

تو شیشے کو چمکانا کیسے ہے؟ برائیوں کو دور کر کے، دنیا کی محبت، مال کی محبت اور جتنی بھی محبتیں ہیں ان سے اپنے دل کو پاک کر کے، جب تک وہ محبتیں نہیں نکلیں گی یہ شیشے کی طرح چمکے گا نہیں، اس وقت تک قرآن کی تعلیم کا وہ فیض بھی نہیں ملے گا۔

روشنی کو بڑھانا ہے اور پہلا سبب ہی درست نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اگر لالٹین یا لیمپ کا شیشہ دھندلا ہے، یا بلب کے اردگرد دھوئیں کی سیاہی جم گئی ہے، یا بارش ہونے کی وجہ سے گاڑی کی ہیڈ لائٹس [head lights] پہ کیچڑ جم گیا ہے اب اندر تو استعداد ہے لیکن کیچڑ روشنی کو باہر ہی نہیں جانے دیتا۔ اندر روشنی موجود ہے لیکن وہ شیشے کو پار [cross] کرتی ہی نہیں، روشنی کا تو یہ مزاج ہے کہ وہ چھپائی نہیں جاسکتی، اسے دبایا نہیں جاسکتا۔ ہاں روشنی دھندلی ضرور ہو جاتی ہے۔ لیکن دھندلی کس سبب سے ہوتی ہے؟ دل کی کثافت سے، اخلاق کی برائیوں سے، خواہشات کی محبت سے، دنیا کی محبت کی وجہ سے دل کا شیشہ دھندلا ہو جاتا ہے۔ جب یہ دھندلاہٹ آتی ہے تو پھر روشنی کا وہ فائدہ نہیں رہتا۔ پھر وہ اندر تو موجود ہوتی ہے باہر نہیں پہنچتی۔ جیسے گاڑی کی ہیڈ لائٹس [head lights] اگر رات کے اندھیرے میں کام نہیں کرتیں تو کس بات کا اندیشہ ہے؟ حادثے [accident] کا۔ اسی طرح ایمان والوں کے بھی ایکسیڈینٹ ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی ایک طرف ٹھوکر کھاتے ہیں، کبھی دوسری طرف، کبھی تیسری طرف کیونکہ دل کا شیشہ دھندلایا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے سبب میں کوئی کمی ہے، خامی ہے، کمزوری ہے۔ روشنی پر روشنی بڑھانے کے پہلے سبب کو ہم نے خراب کر رکھا ہے۔

اب کرنا کیا ہے؟ اس آئینے کو چمکا کر اس کو دنیا کی محبت سے پاک کرنا ہے۔ تب یہ دل چمکے گا۔ اور جس وقت انسان کا دل روشن ہوتا ہے تو اس روشنی کی وجہ سے انسان کا دل اور یہ

کائنات ایک ہوجاتی ہے،کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔پھر انسان بالکل اسی طرح سے اطاعت کرتا ہے جیسے یہ کائنات اطاعت کررہی ہے۔جیسے یہ سورج چلتا ہے کبھی فرق نہیں آتا،نہ اس کوتھکاوٹ ہوتی ہے،نہ اس کو پریشانی ہوتی ہے۔انسان بھی اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتا چلا جاتا ہے۔

جھکاؤکس چیز سے آتا ہے؟

ایمان سے۔

دل کے لطیف ہونے سے۔

کثافتوں کے پاک ہونے سے۔

اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسری محبتوں سے دل کے پاک ہونے سے۔

کیا تبدیلی تھی انبیاء علیہم السلام میں جو ہم میں نہیں آتی۔۔۔یہ کہ انہوں نے اپنے دل کو پاک کرلیا تھا محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھیے،کیسے دل کو پاک کیا تھا؟غارِحرا میں جاتے تھے، نبوت سے پہلے بھی تقریباً پانچ برس،اورمستند روایات سے چھ ماہ کا پتہ چلتا ہے یعنی ربیع الاوّل سے لے کر رمضان تک آپ ﷺ نے کوشش[effort] کی،مستقل غوروفکر کیا اور یہ تدبر،یہ غوروفکر،یہ اپنا جائزہ لینا،محاسبہ کرنا،یہ انسان کے دل کو پاک کرنے کیلئے اہم کردارادا کرتا ہے۔کیا ہم قرآن حکیم پڑھنے کے بعد اپنا جائزہ لیتے ہیں؟ہر رکوع کے بعد کہ ہم کہاں ہیں؟اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق کتنا ہے؟ہمارے رویئے کیسے ہیں؟لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو اگر دیکھیں تو ایک سوچ مستقل ہی ذہن میں رہتی تھی۔وہیں چھوڑ نہیں دیتے تھے چلتی رہتی تھی،اتنی کہ دل بے تاب ہوگیا۔پھر بے تابی اتنی بڑھی کہ آپ ﷺ راتوں کو بھی گھر جانے سے رک گئے۔تنہائی۔۔۔غوروفکر۔۔۔اورراتوں کی عبادت۔

جب کبھی دلِ بے تاب اس کیفیت کو پہنچتا ہے تو بڑھ کر روشنی کو پالیتا ہے۔قرآن اس کے بارے میں کہتا ہے کہ جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو چاہے آگ اس کو نہ لگے اور یہ دل ایسا تھا۔اس کے اندراتنی استعداد پیدا ہوگئی تھی کہ بڑھ کے وحی کی روشنی کو قبول کرلیا، اللہ تعالیٰ کے نور کو قبول کرلیا۔

ہم رسول اللہ ﷺ کے دل کی روشنی کو طائف میں دیکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے لوگوں کی بے اعتنائی کو دیکھا۔

لوگوں کی نفرتوں کو دیکھا۔

لوگوں کی طرف سے آنے والے پتھروں کو دیکھا۔

لیکن۔۔۔۔۔آپ ﷺ نے کیا پایا؟ آپ ﷺ نے کہاں پناہ لی؟ اللہ تعالیٰ کے نور کے ہاں پناہ لی۔آپ ﷺ نے اس موقع پر یہ دعا کی:

اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ [سیرت ابن ہشام]

''میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ مانگتا ہوں جس کی وجہ سے تمام ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں اور جس کی وجہ سے دنیا اور آخرت کی اصلاح ہو جاتی ہے''۔

آپ ﷺ کے دل کی ساری کثافتیں دور ہوگئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے چہرے کے نور میں آپ ﷺ نے پناہ لے لی تھی۔یہ نور تھا، یہ روشنی تھی کہ جب آپ ﷺ شب معراج میں رب العزت کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے اس نور کو پالیا۔اللہ کے رسول ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کو

دیکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نُــوْرٌ "نور ہے"۔ اَنّٰـــی اَرَاہٗ "میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں"؟ میری آنکھ تو اسے نہیں دیکھ سکتی۔لیکن۔۔۔دل تک وہ نور پہنچتا ہے۔دل پر وہ نور اثر انداز ہوتا ہے۔اس آیت سے ہمیں یہی پتہ چلتا ہے کہ دل مرکز ہے نور کا، آنکھ نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آنکھ کو نور عطا کر رکھا ہے۔لیکن یہ مادی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔دل محسوس کرتا ہے۔دل ہی مرکزِ نور ہے۔

پہلے سبب میں خرابی دل کے دھندلا جانے سے آتی ہے۔دنیا کی محبتوں کی کثافتوں سے، برائیوں سے، اخلاقی خرابیوں سے انسان اگر اپنے آپ کو نہیں بچاتا تو دل دھندلا جاتا ہے۔دل کے دھندلانے کا اثر [effect] کیا ہوتا ہے؟

اللہ کا نور ایک انسان سے دوسرے انسانوں تک نہیں پہنچتا۔

دعوت کا کام نہیں ہوتا۔

دوسروں تک روشنی نہیں پہنچتی۔

حقیقت کیسے کھل کر سامنے آگئی کہ خرابی کہاں ہے۔جس کا دل روشن ہوگا اس کے اندر کی روشنی خود بخود باہر آئے گی۔اس کیلئے راستے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔وہ راستے خود تلاش کر لے گی۔مثلاً جنگوں میں جب حملے ہوتے ہیں تو بلیک آؤٹس [black outs] ہوتے ہیں، جب مکمل اندھیرا ہوتا ہے تو اندر کہیں موجود چھوٹے سے چراغ کی روشنی چھوٹی سی جھری سے بھی باہر آجاتی ہے۔اس لیے اس وقت کہا جاتا ہے کہ روشنی بجھا دو وہ باہر آجائے گی۔اسی طرح سے دل کے اندر سے بھی روشنی باہر آئے گی، جہاں بندۂ مومن بیٹھے گا، جہاں وہ موجود ہوگا، وہاں روشنیاں پھوٹیں گی۔اس کی زبان سے، اس کے کردار سے، اس کی نظروں سے، اس کے طرزِ عمل سے، اس کے ہاتھ سے، اس کے چہرے سے، اس کے

تعلقات سے، غرض ہر ہر چیز سے اللہ تعالیٰ کا نور پھوٹے گا، اس روشنی کا اظہار ہوگا۔ اس کی زبان کبھی نہیں رکے گی اللہ تعالیٰ کی بات کرنے سے۔ جس کا دل کثیف ہوتا ہے، جس کا دل بھاری ہوتا ہے، اس کے دل سے بھی بھاری باتیں نکلتی ہیں پھر زبان پر بھی وہی باتیں آتی ہیں۔ اور پھر ایک انسان اللہ تعالیٰ کا نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں کسی اور کا پیامبر بن جاتا ہے، کسی اور کا ترجمان۔ ترجمانی تو انسان نے کرنی ہی کرنی ہے۔ اس کا وجود ہی ایسا ہے جس سے کچھ نہ کچھ نکلے گا ہی۔ پھر جو اندھیرے کا پیامبر ہے اس کی وجہ سے اس کے اردگرد والے بھی اندھیروں میں ڈوب جائیں گے۔ اس کا ماحول بھی اندھیرے میں ڈوبا رہے گا۔

جس کا دل روشن ہے اس سے یہ روشنی کہاں تک جا سکتی ہے؟ اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر کی مثال دی [سِـرَاجًـا مُّنِيـرًا] روشن چراغ، جیسے تم سورج کو دیکھتے ہو۔ کوئی جگہ ایسی ہے جہاں سورج کی روشنی نہ پہنچتی ہو؟

لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ "نہ شرقی ہے نہ غربی"۔

جب نکلتا ہے جس جگہ پر نکلتا ہے ہر جگہ وہ روشنی پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الاحزاب: 21]

"تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے"۔

ہم نے بھی روشن چراغ بننا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے دلوں کو روشن کر دے۔ انہیں کثافتوں سے پاک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری مدد فرمائے اور ہمارے توسط سے یہ روشنی سارے جہانوں تک پہنچے۔ آمین

روشنی کا دوسرا سبب تیل ہے۔۔۔۔۔۔بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شیشہ صاف ہے لیکن پیچھے تیل نہیں، قوت [power] نہیں، توانائی [energy] نہیں۔ پھر چراغ کیسے روشن ہو؟ چراغ کے اندر جلانے کی صلاحیت موجود ہے لیکن وہ کہاں سے جلے؟ اس کے اندر استعداد ہے تو سہی لیکن کمزور ہوگئی ہے۔ اسے تو قوت [power] چاہیے، اور کب تک چاہیے؟ ساری زندگی، ساری حیات۔ حیات کا وہ کون سا لمحہ ہے؟ جس میں یہ قوت نہیں چاہیے۔ قوت تو انسان کو سدا ہی چاہیے کیونکہ

قوت کا ہونا زندگی ہے اور قوت کا نہ ہونا موت ہے۔

حرکت زندگی ہے اور جمود موت ہے۔

روشنی زندگی ہے اور ظلمت موت ہے۔

دوسرے سبب پر آکے ایک ایمان والے دل نے حقیقت کو نہیں پایا۔ اگر وہ اس حقیقت کو پالے تو کبھی بھی اپنے آپ کو روشنی کے اس مرکز، منبع اور قوت سے محروم نہ کرے۔ انسان کو تیل چاہیے، یہ تیل کیا ہے؟ استعدادِ حق۔ حق کو پانے کی صلاحیت۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟

يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

''وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت سے روشن کیا جاتا ہے''۔

چراغ کیا ہے؟۔۔۔۔۔ایمان۔

زیتون کا مبارک درخت کیا ہے؟۔۔۔۔۔قرآن۔

اور اس کا تیل کیا ہے؟۔۔۔۔۔جتنا کسی نے اس میں سے لے لیا۔

قرآن میں سے جو انسان کا حصہ ہے وہ اس کا تیل ہے۔اور ہر ایک کا تیل مختلف ہے یعنی اس کی مقدار[quantity]اوراس کا معیار[quality] مختلف ہے۔دنیا میں تیل کی کتنی اقسام ہیں؟ جیسے ڈیزل، پٹرول۔اور توانائی[energy] کی کتنی صورتیں ہیں۔اس کی بہت لطیف صورت ہے بجلی[light]۔اب اس کا انحصار انسانوں پر ہے کہ قرآن سے،اس مبارک درخت سے کوئی اپنے لیے کیا لیتا ہے۔ہوسکتا ہے کوئی مبارک درخت کی چھاؤں میں بیٹھا ہو اور تیل اس کو پھر بھی نہ ملے۔کیونکہ تیل تو پانے سے ملے گا۔کوشش سے ملے گا۔

تیل کیسے نکالا جاتا ہے؟ جیسے مونگ پھلیاں ہیں، بادام ہیں،سورج مکھی کے بیج ہیں ان سے تیل کیسے نکلتا ہے؟ خود سے صرف سوچ لیں تو کیا تیل نکل آئے گا؟ آپ نے بیج لے لئے،تیل نکلے گا؟ بیج آپ کے پاس موجود ہیں تو کیا آپ ان سے تیل لے سکتے ہیں؟ پھر تیل کیسے ملے گا؟ایک مخصوص طریقہ کار [process] سے۔اور وہ طریقہ کار ایسا ہے جس میں مونگ پھلیوں، باداموں یا سورج مکھی کے بیجوں کو ایک مشینری سے یا ایک[process] سے گزارا جاتا ہے جس میں وہ بیج[seed] جب خوب اچھی طرح سے پس جاتے ہیں تو ایک مقام پر ان میں سے تیل نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔پھر جب تیل نکلتا ہے تو تیل میں اس کے ساتھ کیا چیز شامل ہو جاتی ہے؟۔۔۔بیج کے ذرات ۔پھر تیل کو خالص کرنا پڑتا ہے کیونکہ ذرات کے ساتھ وہ تیل صحیح طرح سے جلے گا نہیں۔پھر پسنا کتنا ضروری ہے۔۔۔۔اور پیسنا کتنا ضروری ہے۔قرآن کا ایک بار کا پڑھ لینا،دس بار کا پڑھ لینا،اکیلے بیٹھ کے پڑھ لینا کافی نہیں۔اس کو تو ایک خاص طریقہ کار[process] سے پیسنا پڑے گا۔اس کیلئے تو کوئی مشینری چاہیے۔

وہ مشینری کون سی ہے؟ جہاں یہ بیج پستے ہیں جہاں سے یہ تیل نکلتا ہے، یہ مشینری ہر

انسان کے اندر نصب ہے لیکن اس سے تیل تب نکلے گا اور اس سے فائدہ بھی صرف اسی کو ہو گا جو ایک خاص طریقہ کار [process] سے گزرے گا۔ یہ مشینریاں قرآن کے مراکز ہیں جہاں سے انسان سیکھتا ہے۔ قرآن کی دہرائی [revision] کا طریقہ کار [process] کیا ہے؟ یہ تیل نکالنے کی کوشش ہے۔ یہ استعداد حق کی کوشش ہے۔ لیکن خالی دہرائی [revision] بھی کام نہیں دے گی، جب تک کہ دل شامل نہیں ہوگا، ذہن شامل نہیں ہوگا، محنت نہیں ہوگی، رات دن کی محنت نہیں ہوگی تو فائدہ نہیں ہوگا۔ کب تک یہ محنت چاہیے؟ جب تک تیل چاہیے تب تک کی مسلسل محنت اور اتنی محنت کہ جس کی وجہ سے زیادہ تیل مل جائے۔

تیل کیا ہے؟ حق قبول کرنے کی استعداد، قوت اور ایمان قبول کرنے کی قوت جو قرآن سے ملتی ہے، یہ سسٹم میں رہے بغیر انسان کے اندر نہیں آتی۔ اگر آسکتی ہوتی تو محمد ﷺ کے آنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اہل ایمان کو یہ تیل حاصل کرنے کیلئے تیار کیا تھا۔ وہ بھی ایک طریقہ کار [process] سے گزرے تھے۔ کیسے گزرے تھے؟ ۔۔۔ وہ قرآن سیکھنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔ صحبت اور قربت بھی تو ضروری ہے۔ اکیلے میں یہ سب کچھ نہیں ہوسکتا۔ مثلاً آپ بیج کو لے کر اپنے ہاتھوں سے پیسنے کی کوشش کر کے دیکھ لیں۔ گھر میں اس کو گرائنڈر [grinder] میں پیس کر دیکھ لیں۔ وہ پس کر بالکل بُرادہ تو ہو جائے گا لیکن تیل نہیں نکلے گا۔ تیل کیلئے تو ایک ماحول کی ضرورت ہے۔ تیل نکالنے والا نہ ہو تو تیل بھی نہیں نکلتا۔ تو محمد رسول اللہ ﷺ نے حق کی استعداد بہم پہنچانے کیلئے یہ کام کیا تھا۔۔۔۔ اور آپ ﷺ کے بعد یہ کام کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ [ابو داؤد]

''بیشک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں''۔

ایمان کی حقیقت کو واضح کرنے کیلئے علم والے یہ کام کرتے چلے جائیں گے۔ سورہ الفتح میں دیکھتے ہیں کہ جنہوں نے ایمان کی حقیقت کو پایا تو کیسے پایا؟

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ [الفتح:29]

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں''۔

(وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ) معیت، صحبت، ساتھ اس کی وجہ سے انسان کے اندر استعداد پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً تیل [oil] نکالتے وقت وہ سارے اجزاء [ingredients] نکال دیئے جاتے ہیں جو متعلقہ کام نہ کر سکتے ہوں۔ مثلاً کمزور بیج، کوئی کنکر یا فالتو چیزیں اگر ہیں تو ان سب کو نکال کر الگ کر دیا جاتا ہے۔ یہ کام انسان اکیلا بیٹھا ہوا نہیں کر سکتا کیونکہ اسے تو سب کچھ اچھا اچھا ہی دکھتا ہے۔ جو لے لیا وہی ٹھیک ہے لیکن جو ٹھیک ہے اس سے تیل نکلے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ سکھایا تھا، جو کچھ انسانوں کے اندر آیا تھا، اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ [الفتح:29]

''کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں''۔

یہ کیسی استعداد حق ہے جس کی وجہ سے طریقہ زندگی [life style] تبدیل ہو گیا، زندگیاں بدل گئیں۔ مثلاً بدر کے میدان میں بیٹا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے ہے

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چھوڑنا نہیں چاہتے۔ بعد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے بتایا کہ آپ سامنے آئے تو میں نے دانستہ آپ کو نظر انداز کیا۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں تمہیں پالیتا تو کبھی نہ چھوڑتا۔ رشتے میں دراڑ آئی ہے۔ فرق آیا ہے۔ کس چیز سے؟ حق کی استعداد سے۔ سچائی [reality] اور حق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ انسان کو یہ حق کیسے ملتا ہے؟ قرآن کے توسط سے اور دل کی صفائی سے۔

دو اسباب ہیں: مسلسل تعلق اور مسلسل ماحول کے اندر رہنا، کسی بنے ہوئے ماحول میں رہ لیں یا خود ماحول بنالیں۔ لیکن جہاں سے بنیادی طور پر روشنی ملتی ہے، اس مرکز سے جڑے بغیر کبھی انسان کے اندر وہ استعداد حق پیدا نہیں ہوسکتی۔ اپنے اپنے مقام پر ممکن ہے کہ کچھ نہ کچھ بیج مل جائیں لیکن بیج سے تیل تب ہی نکلے گا جب ماحول کے اندر رہیں گے۔ یہی ماحول کی برکت اور فائدہ ہے۔ ایمان انسان کے اندر ماحول میں آئے بغیر نہیں آتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں اس ایمان کی وجہ سے کیا تبدیلی آئی تھی؟ ایک طرف کافروں کیلئے سخت اور دوسری طرف ایمان والوں کیلئے شفیق اور رحیم۔

ایمان والے تو رشتہ دار [family member] بھی نہیں ہیں۔ اور جن سے کوئی تعلق نہ ہو ان کے ساتھ انسان کا رویہ مختلف ہوتا ہے۔ اور حق ہمیں یہ بتاتا ہے کہ دنیا میں خون کے رشتے اپنی اپنی جگہ پرورش پالیں ٹھیک ہے، ان کے حقوق و فرائض ادا کردیں ٹھیک ہے۔ لیکن تمہاری فیملی تو ایمان کی فیملی ہے۔ تمہارا تعلق تو اس بنیاد پر جڑے گا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ [الفتح:29]

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں“۔

چاہے اُس دور کے لوگ تھے، چاہے آج کے دور کے لوگ ہیں۔ یہ ایک ہی خاندان ہے۔ اور پھر دیکھیں کہ اس ماحول میں رہتے ہوئے دل کیسے روشن ہوتا ہے؟ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم ان کو رکوع اور سجدے میں دیکھو گے۔ کیا آپ ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں؟ کہاں دیکھیں گے؟ جہاں جس دور میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے اکٹھے ہو جائیں گے۔ وہیں پر وہ سجدے اور وہ رکوع نظر آنے شروع ہو جائیں گے۔ کل والوں کو کتابوں میں دیکھتے ہیں اور آج والوں کو عملی طور پر ماحول کے اندر دیکھتے ہیں۔

ان کے کام کیا ہیں جن سے استعداد حق اور ایمان کی طاقت بڑھتی ہے؟

تم ان کو رکوع اور سجدے میں دیکھو گے۔ اکیلے اکیلے اپنے اپنے گھروں میں نہیں بلکہ اجتماعی طور پر وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضامندی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ ان کا ایک ہی مشن ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے، وہ خوش ہو جائے۔ ان کی نشانی کیا تھی؟ کیسے پہچانیں کہ کون محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھی ہے اور کون نہیں؟ ان کی نشانی ان کے چہروں پر ہے۔ سجدے کے اثرات، عاجزی، انکساری، جو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑتا ہے اس کے اندر یہ عاجزی اور انکساری آئے تو سمجھ لو کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھی ہے۔ آج کے دور میں بھی انہی کا ساتھی ہے۔ ان کی یہ مثال تورات میں ہے۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے:

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا [الفتح:29]

''یعنی انجیل میں ان کی مثال یہ ہے جیسے کھیتی، اس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی، وہ کسانوں کو بھلی لگتی ہے تا کہ ان سے کافروں کو جلائے۔ اور ان میں سے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کر رکھا ہے''۔

انجیل والی مثال سمجھنے کی ضرورت ہے۔ مثال ہے رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کی۔ اُس دور کے ساتھیوں کی بھی، آج اور آئندہ آنے والے ادوار کے ساتھیوں کی بھی کہ جب کبھی بھی ان کے اندر ایمان آئے گا تو اس وقت آئے گا جب یہ ایک کھیتی کی طرح اکٹھے نشو ونما پائیں گے، مشترکہ طور پر۔ لیکن کھیت کی حدود بھی ہوتی ہیں، ایسے نہیں کہ پورے شہر یا پورے جنگل میں بیج بکھیر دیا جائے۔ بلکہ حدود طے کی جاتی ہیں اور ان حدود کے اندر زمین کو ہموار کیا جاتا ہے، نرم کیا جاتا ہے، پھر اس میں بیج بویا جاتا ہے، پھر اس کی حفاظت بھی کی جاتی ہے۔ مطلوبہ پانی اور مطلوبہ کھاد کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سے اگر ارد گرد سے کوئی چیز ایسی ہے جو اس کی پیدائش میں فرق ڈالنے والی ہے مثلاً اگر گندم کا کھیت ہے تو دُمبی سٹی نکال دی جاتی ہے۔ اگر کپاس کا کھیت ہے تو دشمن کیڑوں پر اسپرے کر دیا جاتا ہے، اسی طرح سے جس قسم کی کسی کو بیماری لاحق ہوتی ہے تو اس بیماری کا علاج کیا جاتا ہے۔

کھیتی جب اگتی ہے تو کسان کو کہاں کہاں سے خیال رکھنا پڑتا ہے؟ دشمن کیڑے نہ آئیں۔ ہر کھیت پر مختلف کیڑے حملہ کرتے ہیں۔ کپاس کے کھیت پہ کہیں امریکن سنڈی حملہ کر دیتی ہے اور کہیں پر کوئی اور کیڑا، انسانی فصل کو کون سے کیڑے خراب کرتے ہیں؟

۔۔۔مثلاً دنیا کی محبت اوراسی طرح ہر دور میں ان مسائل کی نوعیت فرق ہوتی ہے۔جس کا زور زیادہ ہوتا ہے وہی حملہ کر جاتا ہے۔یعنی غالب قوموں کے اثرات، ان کی تہذیب، ان کے طور اطوار، ان کے طریقے۔بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک وقت میں کئی طرح کے کیڑے حملہ آور ہو جاتے ہیں۔مثلاً کہیں ہندودھرم سے کوئی چیز آ رہی ہے، کہیں مغربی تہذیب سے کوئی چیز آ رہی ہے، کہیں اپنے ماحول کے اندر سے خرابیاں، کیڑے اور بیماریاں آ رہی ہیں۔کھیت کو تو بچانا پڑتا ہے۔لہٰذا اسپرے [spray] ہوگا، اس کیلئے کوئی نہ کوئی علاج کی ترکیب سوچی جائے گی اور پھر اس کو عمل میں بھی لایا جائے گا۔کیونکہ اگر بچایا نہیں تو پھر پھل نہیں مل سکے گا، فائدہ نہیں ہوگا۔جانتے ہیں یہ کس کا کھیت ہے؟ یہ انسانیت کا کھیت ہے۔ساری انسانیت نے اس سے فائدہ اٹھانا ہے۔یہ جو بیج تیار ہوگا اس کا پھل ساری انسانیت کھائے گی یعنی جب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو تیار کیا تو آج بھی دیکھیں انسان فائدہ اٹھا رہے ہیں۔انہی لوگوں کے توسط سے یہ خیر اس علاقے تک بھی پہنچا اور ایسے ہی جیسے آپ سیکھ رہے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے توسط سے یہ خیر پوری دنیا تک جائے گا۔یہ نور پھیلے گا۔

لیکن پہلے کس چیز کی ضرورت ہے؟ نور کے سارے اسباب فراہم کئے جائیں۔ اسباب فراہم کرنے کیلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ماحول ہو۔جس ماحول کے اندر اتنی استعداد پیدا کی جائے۔جہاں پر تیل نکالا جائے، جہاں پر حق کو دیکھنے کی قوت پیدا ہو جائے، حق کو محسوس کرنے، سمجھنے کی قوت پیدا ہو جائے۔آج ہم بھی انسانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ آؤ اس ماحول کے اندر۔اس ماحول کی برکتوں کی وجہ سے تبدیلی آئے گی، ایمان آئے گا، ماحول کی وجہ سے ہی سچی تربیت ہوگی کیونکہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا ضابطہ ہے۔

انہوں نے مثال قائم کی۔اللہ تعالیٰ نے بھی انہی کی مثال دی۔کل بھی اسی طرح سے انسانیت نے فیض حاصل کیا تھا،آج بھی اسی طرح سے ہوگا۔تو جب نگہداشت ہوتی ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟کونپل ایک چھوٹے سے تنے کی شکل اختیار کرتی ہے،پھر وہ مزید نشوونما پاتی ہے اور پھر پوری فصل پک کر تیار ہوتی ہے۔ایسا کیوں ہوتا تھا؟محمد رسول اللہ ﷺ تو نہتے ہیں اور آپ ﷺ پر حملہ کرنے والے نے تلوار ہاتھ میں سونت رکھی ہے۔کہتا ہے کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟اور ایمان کیا جواب دیتا ہے؟۔۔۔۔اللہ۔اور اللہ کے لفظ نے اتنا رعب طاری کیا کہ تلوار ہاتھوں سے چھوٹ کر گر گئی۔یہ ہے ایمان کی قوت۔بندہ یہ محسوس کرے کہ میرا رابطہ کس ہستی کے ساتھ ہے۔قوت انسان کس سے پاتا ہے؟۔۔۔اللہ تعالیٰ کی ذات سے۔تو ہم نے جو نور لینا ہے وہ اس کی ذات کا نور ہے،وہ اس کی ذات کا تعلق ہے،وہ اس کی ذات کی روشنی ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ دیکھو روشنی پر روشنی بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں۔تو دو سبب ایسے جن سے روشنی ماند پڑ جاتی ہے اور ماحول روشن نہیں ہوتا۔ایک تو دل کا شیشہ دھندلا جائے یعنی انسان کے دل کے اندر خرابی پیدا ہو جائے،دنیا کی محبت،دنیا کی خواہشات میں انسان مبتلا ہو جائے،اخلاقی خرابیوں میں،معاملات کی خرابیوں میں۔جہاں کہیں خرابی آئے گی تو جتنا کسی کے دل کے اندر ایمان ہو گا وہ اتنا ہی پھڑ پھڑائے گا،بے تاب ہو جائے گا،پریشان ہو گا،اسے سمجھ نہیں آئے گی کہ میرے ساتھ کیا بنی۔

۔۔۔اور بے تابی کیا ہوتی ہے؟۔۔۔اور کس طرح سے انسان پریشان ہوتا ہے؟ جب نور کے سلسلے میں تھوڑی سی رکاوٹ آتی ہے۔اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آپ ﷺ کے ایک ساتھی آتے ہیں اور کہتے ہیں:یارسول اللہ ﷺ!حنظلہ منافق ہو گیا،حنظلہ منافق ہو گیا۔رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:حنظلہ کو کیا ہوا؟ کہنے لگے:یارسول اللہ ﷺ!جو کیفیت

میری آپ ﷺ کی محفل میں ہوتی ہے۔ جب میں اس محفل سے چلا جاتا ہوں وہ کیفیت نہیں رہتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایمان کی نشانیوں میں سے ہے۔ پتہ لگتا ہے ناں کہ ایمان ملتا کس وقت ہے اور کم کس وقت ہوتا ہے؟ گھٹتا کب ہے اور بڑھتا کب ہے؟۔۔۔ کبھی آپ نے غور کیا کہ

رسول اللہ ﷺ کے ساتھی آپ ﷺ کی محفل کی طرف کیوں لپکتے تھے؟

کیوں اس محفل، اس مجلس میں رہنا چاہتے تھے؟

کیوں ان کا دل رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو پانے کیلئے اٹکا رہتا تھا؟

آپ ﷺ سے وحی کی روشنی کو پانے کیلئے۔

انہیں پتہ تھا کہ جونہی ہم اردگرد کے ماحول میں جاتے ہیں تو ہماری قوت کم ہو جاتی ہے، روشنی کم ہو جاتی ہے، ایمان کم ہو جاتا ہے۔ تو ایمان کو پانے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں شرکت کرنے کو ضروری خیال کرتے تھے۔ جہاں بھی ہوں، جیسے بھی ہوں، انہیں یہی لگن ہوتی تھی کہ بس اس مجلس میں پہنچ جائیں۔۔۔۔۔ پھر انہیں ایمان مل گیا اور ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اتنا اضافہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ [البينة:8]

''اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے''۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والا جوش وخروش اور سچا ایمان عطا فرمائے، اور ہمیں بھی اپنی رضا سے مستفید فرمائے۔ پہلے پارہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوۡا [البقرہ:137]

''پھر اگر وہ اسی طرح ایمان لائیں جیسے تم لائے ہو تب ہدایت پائیں گے''۔

اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کلمہ پڑھ لیا بس اتنا کافی ہے۔تو دیکھیں کتنا تفاوت، کتنا فرق ہے۔ایمان کا معاملہ اتنا سادہ، اتنا آسان نہیں۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

چومی گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

''جب بھی میں کہتا ہوں لا الٰہ الا اللہ تو میں لرز جاتا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے کی مشکلات کیا ہیں''۔

لا الٰہ الا اللہ کہنا آگے کا سفر مانگتا ہے۔سب ہی نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے تو پھر آگے کا سفر کرتے ہوئے ہچکچائیں نہیں، قدم رکھ دیں۔سب کیلئے اس کی دعوت ہے، قدم رکھ دیں۔پہلی اڑان [first flight] کیلئے پہلا قدم رکھنا مشکل ہے، انسان جھجکتا ہے، اس کے دل کے اندر شیطان کی طرف سے رکاوٹ آتی ہے لیکن قدم آگے کی طرف بڑھایئے۔جتنے لوگ قرآن کی تعلیم حاصل کررہے ہیں وہ یہ بات طے کرلیں کہ اب رکنا نہیں ہے [انشاء اللہ]۔اور جتنے لوگ مرکز سے دور ہیں ان کے لئے دعوت ہے کہ آئیں اور براہ راست سیکھیں اور شیطان کی طرف سے جو رکاوٹ دل کے اندر آئے گی اس کے لئے [اَعُوۡذُ

بِـــالله] پڑھیں۔ مشکل لگتا ہے کہ گھر والے بھی ہیں اور فلاں فلاں مصائب و مسائل بھی ہیں۔ لیکن سوچیں اوپر اللہ تعالیٰ ہے، نیچے ہم ہیں اور اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا مالک ہے، رب العالمین ہے۔ پھر ہمارے لئے کیا مشکل ہے؟۔۔۔ پھر تو کوئی مشکل نہیں۔ براہ راست سیکھنے سے ایمان دل کے اندر آتا ہے، فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔

اور جن لوگوں نے ابھی تک باقاعدہ طور پر قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ شروع نہیں کیا، ان کیلئے دعوت ہے کہ اپنی تمام تر مصروفیات کو ایک طرف رکھ کر سب سے پہلا کام یہ کریں کہ ایمان کا نور حاصل کریں۔ اگر زندگی رہی تو سب کام ہو جائیں گے [انشاء اللہ]۔ لیکن پہلے دل کا علاج کروانا ہے۔ پہلے ایمان کی فکر کرنی ضروری ہے، وقت لگائیں، آپ جہاں کہیں بھی پڑھ رہے ہیں یا آپ نے ابھی پڑھنا شروع نہیں کیا تو مرکز سے ضرور جڑیں۔ آپ ایسے ماحول میں ضرور شامل ہو جائیں، پھر ماحول کی برکتیں ملیں گی، ایمان کی قوت آئے گی [انشاء اللہ]۔ اور پھر دل کے اندر اللہ تعالیٰ کا نور آئے گا اور اس کے ہاں سرخروئی، اس کی رضا ملے گی۔

رب العزت فرماتے ہیں:

”چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو چاہے آگ اس کو نہ لگے، [اس طرح] روشنی پر روشنی [بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں]۔

لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

”اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے“۔

پھر بھی ہر ایک کو رہنمائی نہیں ملے گی۔کیوں۔۔۔۔۔؟ ہر ایک کو کیوں نہیں؟ اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے، جس دل کے اندر طلب ہوگی، تڑپ ہوگی۔اور جو خود بھاگنا چاہے گا، نکلنا چاہے گا، اس کیلئے بھاگنے کے مواقع فراہم کر دیئے جائیں گے۔

وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ

”وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے“۔

مثالوں سے کیوں؟۔۔۔۔۔کیونکہ انسان کی عقل، اس کے حواس براہ راست غیب کے پیچھے چھپی حقیقتوں کو نہیں دیکھ سکتے۔اس لیے اللہ تعالیٰ قریب کی مثالوں سے سمجھاتے ہیں تاکہ بات سمجھ آجائے۔

وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم

”وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے“۔

یعنی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کس چیز کو کس مثال سے سمجھایا جائے اور اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتے ہیں کہ کون اس نعمت کو پاسکتا ہے اور کون نہیں پاسکتا۔اور یہ کہ انسان تو مثالوں سے سمجھتا ہے، اس لئے کہ انسان کے پاس تھوڑا علم ہے لیکن علم دینے والی ذات ایسی ہے جس کے پاس کلّی علم ہے۔رب العزت فرماتے ہیں:

وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ [یوسف:76]

”ہر ذی علم کے اوپر ایک علم والا موجود ہے“۔

وہ سارا علم رکھتا ہے۔تو یہ جو قرآن کا علم ہے یہ کوئی نہیں سکھاتا، رب العزت سکھاتے ہیں۔تو جو چیز رب سکھائے، جو رب دے، اس کیلئے مٹھی بند، دل بند، ہاتھ بند۔انسان اپنے آپ کو پیچھے رکھ لے، بند کر لے۔۔۔۔۔کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے تو اسی کو ہدایت دینی ہے جس کو وہ چاہے گا اور اللہ تعالیٰ کی بانٹ اندھی نہیں ہے۔وہ تو فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ

”وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے“۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مثال کے ذریعے سے ہمارے دل کے دروازے کھول دے۔ہمیں قرآن حکیم کا طالب بنائے اور اس کا سچا اور حقیقی فہم ہمارے دل کے اندر اتارے۔[آمین]